© rasailojaraid.com

تبصرۂ کتب

کیا امریکہ جیت گیا؟

(قانون توہینِ رسالتؐ پر عمل درآمد کا خاتمہ---)

ترتیب و تحقیق : محمد متین خالد

ناشر : علم و عرفان پبلشرز، ۷-سی ماتھر سٹریٹ، لوئر مال روڈ-لاہور

صفحات : ۳۸۶

سالِ اشاعت : ۱۹۹۹ء

قیمت : مجلّد مع گرد پوش، ۲۰۰ روپے

تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵-ج یعنی ''قانون تحفظِ ناموسِ رسالت'' میں کہا گیا تھا کہ ''جو کوئی بھی زبانی یا تحریری، اعلانیہ یا اشارۃً و کنایۃً نبی اکرمؐ پر بہتان تراشی کرے، یا رسول کریم حضرت محمدؐ کے اسم مبارک کی بے حرمتی کرے، سزائے موت کا مستوجب ہوگا، یا اُسے تاحیات سزائے قید دی جائے گی اور اُسے جرمانہ بھی کیا جاسکے گا۔''

اس قانون میں دو سزائیں، سزائے موت اور تاحیات قید، تجویز کی گئی ہیں، جب کہ اسلامی شریعت کے مطابق گستاخِ رسول کے لیے صرف ایک سزا ہے، اور وہ سزائے موت ہے۔ اس بناء پر بعض ماہرینِ قانون نے دفعہ ۲۹۵-ج کو وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا۔ عدالت نے درخواست کی سماعت کرتے ہوئے اہل علم و دانش کا نقطہ نظر سُنا اور غور و فکر کے بعد ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۰ء کو یہ متفقہ فیصلہ دیا کہ دفعہ مذکورہ میں نبی اکرمؐ کی توہین کرنے والے کی سزا، ''تاحیات قید'' اسلام کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نصوص کے خلاف ہے۔ عدالت نے صدرِ پاکستان کو ہدایت کی کہ وہ ۳۰ اپریل ۱۹۹۱ء تک دفعہ مذکورہ سے ''یا تا حیات سزائے قید'' کے الفاظ ختم کر دیں، اور اگر مقررہ تاریخ تک ایسا نہ کیا گیا تو پھر یہ الفاظ خود بخود کالعدم متصور ہوں گے۔ مقررہ تاریخ تک قانون میں ترمیم نہ ہوسکی اور وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے مطابق ''توہینِ رسالت'' کے مرتکب کے لیے ''سزائے موت'' مقرر ہو گئی۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے توہینِ رسالت کے چند افسوس ناک واقعات سامنے آئے، ملزم گرفتار ہوئے، ان میں سے بعض کو زیریں عدالتوں نے قانون کے مطابق سزا سنائی۔ مقدمات کی سماعت کے دوران میں، اور سزائیں سنا دیے جانے کے بعد انسانی حقوق کے نام پر کام کرنے والی تنظیموں اور غیر مسلم حلقوں کی جانب سے احتجاج کیا گیا۔ مسیحی برادری اور اس کے مذہبی رہنما بالخصوص پیش پیش رہے۔ مزید براں انسانی حقوق کے نام پر مغربی حکومتیں اور ان کے ادارے بھی متحرک رہے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے تو ''قانون تحفظِ ناموسِ رسالت'' میں ترمیم کرنے کے لیے حکومتِ پاکستان پر مسلسل دباؤ ڈال رکھا ہے۔

مذکورہ صورتِ حال میں اگر کسی ماتحت عدالت نے ''توہینِ رسالت'' کے ملزم کو سزا دی تو اُسے اعلیٰ عدالت میں بری قرار دے دیا گیا، اور اس کے ساتھ ہی ان ملزموں کے بیرونِ ملک جانے اور وہاں بس جانے کا اہتمام بھی کر دیا گیا۔ اس پس منظر میں جناب محمد متین خالد نے زیرِ نظر مجموعۂ مضامین مرتب کیا ہے۔

جنابِ مرتب نے مضامین کے حصول کے لیے زیادہ تر روزناموں اور چند جرائد پر انحصار کیا ہے۔ جملہ مضامین اور اخبارات کے ''اداریوں'' کا لب لباب یہ ہے کہ ''قانون تحفظِ ناموسِ رسالت'' کے حوالے سے وفاقی شرعی عدالت کا نقطۂ نظر اسلامی شریعت کے عین مطابق ہے۔ کتاب میں شامل جملہ مقالات میں جناب محمود احمد غازی کا مقالہ اپنی جامعیت کے اعتبار سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نمایاں ہے۔ یہ مقالہ اُنہوں نے انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز۔ اسلام آباد کے زیرِ اہتمام منعقدہ ایک سیمینار میں پیش کیا تھا، جو سیمینار کے مقالات اور مباحث پر مبنی کتاب Pakistan Between Secularism and Islam: Ideology, Issues and Conflict (مرتبہ طارق جان) میں بہ زبان انگریزی شامل ہے۔ جناب نذیر حق نے جنابِ غازی کے مقالے اور مقالے کے اختتام پر مقالہ نگار اور حاضرینِ مجلس کے درمیان ہونے والے تبادلۂ خیال کو اردو میں منتقل کیا ہے۔ اس سلسلے میں مقالہ ترجمہ کرتے ہوئے، اور پھر زیرِ نظر کتاب میں شامل کرتے ہوئے، واللہ اعلم، اس پہلو پر کیوں توجہ نہ دی جا سکی کہ بعض سوالات کا زیرِ بحث مقالہ سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ وہ ایک دوسرے مقالہ نگار جناب آئی۔اے۔رحمٰن کے افکار و خیالات سے متعلق ہیں، جن کا اظہار اُنہوں نے سیمینار کی اُسی نشست میں کیا تھا، اور جناب آئی۔اے۔رحمٰن ہی نے جوابات دیے تھے۔

دوسرے متعدد مقالہ نگاروں میں محمد عطاء اللہ صدیقی، محمد سرفراز نعیمی الازہری، سبط الحسن ضیغم، کریم بخش نظامانی، ملک غلام مرتضیٰ، نصرت مرزا، عبدالرشید انصاری، ریاض الحسن گیلانی اور ڈاکٹر اسرار احمد جیسے حضرات شامل ہیں۔ ''عالمِ اسلام اور عیسائیت'' نے ''قانون تحفظِ ناموسِ رسالت'' کے حوالے سے وطنِ عزیز کی مسیحی برادری، انسانی حقوق کی فعّال تنظیموں اور مغربی حکومتوں کا نقطۂ نظر پیش کرتے ہوئے مسلم عقائد اور روایات کی روشنی میں عامۃ المسلمین کی سوچ بھی پیش کی ہے۔ اس حوالے سے بعض مضامین ''عالم اسلام اور عیسائیت'' کے قارئین کی نظر سے گزر چکے ہیں جو جناب محمد متین خالد کی زیرِ نظر کتاب ''کیا امریکہ جیت گیا؟'' میں شامل ہیں۔ جن مقالات کا ہمارے لیے شائع کرنا بوجوہ ممکن نہ تھا، اُن کا ذکر ''تحفظِ ناموسِ رسالت'' کے موضوع پر پیش کردہ منتخب کتابیات میں آ گیا تھا۔ (دیکھیے: شمارہ بابت نومبر۔دسمبر ۱۹۹۷ء)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گزشتہ چند برسوں میں ''قانون تحفظِ ناموسِ رسالت'' کے حوالے سے جو کچھ شائع ہوا ہے، اِسے پیشِ نظر رکھتے ہوئے زیرِ نظر کتاب کو موضوع پر ایک مناسب مجموعہ مضامین ہونے کے باوجود چنداں ''نمائندہ انتخاب'' قرار نہیں دیا جا سکتا، بالخصوص اس پس منظر میں کہ جنابِ مرتب نے خود کوئی واضح نقطۂ نظر اختیار نہیں کیا۔ مثال کے طور پر ایک مضمون میں یہ رائے دی گئی ہے کہ کسی گستاخِ رسولؐ کو کوئی مسلمان جس کے سامنے گستاخی کا ارتکاب کیا گیا ہو، خود ہی کیفر کردار تک پہنچا سکتا ہے۔ (صفحات ۲۲۷-۲۳۲)، اور دلیل یہ دی گئی ہے کہ ''تاریخ اسلام کے ابتدائی دور کا بغور مطالعہ کرنے سے ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ کسی نے حکومت کے اعلیٰ یا ادنیٰ افسر کے پاس جا کر یہ رپورٹ کی ہو کہ فلاں شخص نے میری موجودگی میں میرے آقا و مولیٰ محمدؐ کی شان میں گستاخی کی ہے، لہٰذا آپ اس کے خلاف قانونی کارروائی کریں (ص ۲۲۸)''۔ کتاب میں شامل باقی تحریروں کا مدعا و مقصد اس سے مختلف ہے۔

بنیاد پرستی کیا ہے اور کیا نہیں؟ مغربی دُنیا جب کسی گروہ یا فرد کو ''بنیاد پرست'' کہتی ہے تو اس سے اس کی کیا مراد ہوتی ہے؟ مختلف اہل قلم نے ان سوالات پر مناسب انداز میں غور نہیں کیا، اور اپنی اپنی پسند و ناپسند کا اظہار کر دیا ہے۔ ایک جگہ کہا گیا ہے: ''بنیاد پرستی ایک قابلِ فخر رویہ ہے، کیونکہ جس قوم کی نظریاتی بنیاد ہی کمزور ہو، وہ اپنی سلامتی اور تشخص کو کیسے یقینی بنا سکتی ہے؟ (ص ۱۸۹)''۔ دو صفحے بعد ایک دوسرے قلم کار کا جملہ ہے: ''مسلم بنیاد پرست نہیں ہوتا، وہ صرف مسلمان ہوتا ہے۔ یہ [بنیاد پرستی] دراصل ان [مغربیوں] ہی کا نظریہ ہے جو انہوں نے ہم پر تھوپ دیا ہے (ص ۱۹۱)''۔

مضمون نگاروں نے بجا طور پر اُن تنظیموں پر گرفت کی ہے جو ''انسانی حقوق'' کے نام پر اسلامی شریعت کے احکام کو پسِ پشت ڈال دینا چاہتی ہیں (صفحات ۱۰۹-۱۱۰)۔ ''پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق'' کے حوالے سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ اس تنظیم میں غیر مسلم، اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بالخصوص قادیانی نہایت فعال ہیں، اور درحقیقت قادیانیوں نے خود سامنے آنے کے بجائے مسیحی برادری کو استعمال کیا ہے (صفحات ۲۴۱-۲۴۲)۔

''قانون تحفظِ ناموسِ رسالت'' کے خلاف مغربی دُنیا اور بالخصوص ریاست ہائے امریکہ کے رویوں کا ذکر کرتے ہوئے اکثر مضمون نگاروں نے مغربی دُنیا کے تضادات نمایاں کیے ہیں۔ کہیں وہ ''انسانی حقوق'' کے نام پر دوسروں کے معاملات میں مداخلت کرنے سے گریز نہیں کرتے، اور کہیں ایسی ہی صورت حال پر اس لیے خاموش تماشائی بن جاتے ہیں کہ وہاں اُن کے مفادات وابستہ ہوتے ہیں۔ مغربی دُنیا اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ پر تنقید کے ساتھ بعض مضمون نگاروں نے پاکستان کے ناخداؤں کو بھی اُن کی ''امریکہ دوستی'' کی بنیاد پر نشانہ تنقید بنایا ہے (ص ۲۱۷)۔

زیرِ نظر کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ ''ترتیب و تحقیق'' اِدھر اُدھر سے محض کچھ مضامین اکٹھے کر دینے کا نام ہے، حالانکہ ''ترتیب و تحقیق'' کا تقاضا اس سے کچھ زائد ہے۔

اولاً جن مضامین کا پس منظر واضح نہ ہو، اُن کے پس منظر پر اس طرح روشنی ڈالی جائے کہ زیرِ مطالعہ مضمون کے نکات کے بارے میں کوئی ابہام نہ رہے۔ ثانیاً مضامین کے درمیان تضادات نہ ہوں، اور اگر ایسی کیفیت ہے تو مرتب اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے ''فائق تر'' نقطہ نظر کی تائید کرے۔ ثالثاً مضامین میں جو حقائق و واقعات بیان کیے گئے ہیں، ان کی تصدیق کر لی جائے۔ رابعاً مضامین کے درمیان تکرار و اعادہ کا عنصر کم سے کم ہو، اور خامساً کوئی ایسی رائے پیش نہ کر دی جائے جو بحیثیت مجموعی مرتب کے مدعا و منتہا کے خلاف جاتی ہو۔

مذکورہ نکات کے حوالے سے کتاب کی چند کمزوریوں کی نشاندہی غیر مناسب نہ ہوگی۔

- مقالہ ''قانون ناموسِ رسالت - تصویر کا دوسرا رُخ'' (صفحات ۱۸۲-۱۸۵) اور ''مکتوب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بنام مدیر روزنامہ دن'' (صفحات ۲۸۸ - ۲۹۱) جوابی مضامین ہیں، مگر یہ واضح نہیں ہوتا کہ اصل مضمون نگاروں نے اپنے نقطۂ نظر کے اثبات میں کیا دلائل پیش کیے تھے۔

لکھا گیا ہے کہ ''سپین میں مسلمانوں کے زوال کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہاں پر پے در پے توہین رسالتؐ کے واقعات پر مسلمانوں نے اپنا ردِ عمل ظاہر کرنا چھوڑ دیا تھا جن کی سزا اُنہیں یہ ملی کہ وہ اس خطۂ زمین پر حکمرانی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محروم ہو گئے (ص ۲۱)۔''

حالانکہ صورتِ حال اس کے برعکس ہے۔ اندلس میں مسیحیوں کو اپنے مذہبی مراسم پوری آزادی سے انجام دینے کی اجازت تھی، یہ صورتِ حال اُن کے کج رو مذہبی رہنماؤں کے حق میں نہ تھی، اور وہ اپنے ہم مذہبوں کو مسلم اقتدار کے خلاف اُٹھ کھڑے ہونے پر آمادہ نہیں کر سکتے تھے۔ اس کا حل ان کج رو رہنماؤں نے یہ سوچا کہ چند غالی مسیحیوں کو باور کرا دیا جائے کہ مذہب کی اصل روح تکلیفیں اٹھانے سے پیدا ہوتی ہے، اور جب اُنہیں اپنے ڈھب کے کچھ آدمی مل گئے تو اُن سے ''توہینِ رسالت'' کا ارتکاب کرانا شروع کیا، تاکہ اندلسی مسلم حکمران اُنہیں سزائیں دیں، ایک طرف غالی مسیحی اِسے اپنی نجات کا پروانہ سمجھنے لگیں اور دوسری طرف عام مسیحی آبادی میں توہینِ رسالت کے مرتکب لوگوں سے ہمدردی پیدا ہونے لگے، اور وہ مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ اندلسی حکمرانوں نے توہین کے مرتکبین سے کوئی رورعایت نہیں کی تھی۔ [دیکھیے: سید ریاست علی ندوی، تاریخ اندلس حصہ اوّل، اعظم گڑھ: مطبع معارف (۱۹۵۰ء)]

• صفحہ ۲۴ پر ''دنیا بھر کے اربوں مسلمانوں'' کا ذکر کیا گیا ہے۔ مسلم آبادی ایک ارب نفوس سے کچھ زائد ہے۔

• صفحہ ۱۳۲ پر ''برما کے مورو مسلمانوں'' کے قتل عام کا ذکر آیا ہے۔ برما کے مسلمان نسلی اعتبار سے ''روہنگیا'' کہلاتے ہیں۔ ''مورو مسلمانوں'' کا تعلق برما سے نہیں، فلپائن سے ہے۔

• لکھا گیا ہے: ''سلمان رشدی کے جواب میں برطانیہ کے پاکستانی ڈاکٹر بشیر اختر نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کتاب لکھی، مگر کوئی برطانوی پبلشر اسے شائع کرنے پر تیار نہ ہوا، بلکہ ڈاکٹر بشیر کو کتاب لکھنے پر اتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کہ وہ برطانیہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے (ص ۲۰۹)"۔ غالباً ڈاکٹر بشیر اختر سے مراد بریڈفورڈ کے "ڈاکٹر شبیر اختر" ہیں جنہوں نے سلمان رشدی کے بدنامِ زمانہ ناول کے خلاف مہم میں مسلمانانِ برطانیہ کے جذبات کو زبان دی تھی۔ اُن کی کتاب Be Careful with Muhammad :The Salman Rushdie Affair ۱۹۸۹ء میں لندن کی بیلیو پبلشنگ کمپنی نے شائع کی تھی۔

کتاب پر تبصرہ کچھ زیادہ طویل ہو گیا ہے، اس لیے گنجائش نہیں کہ مزید گزارشات پیش کی جائیں، تاہم اِس امر کا اظہار ضروری ہے کہ ناشر پروف ریڈنگ پر مناسب توجہ نہیں دے سکے۔ کتابت کی معمولی اغلاط طبیعت پر گراں تو گزرتی ہیں، مگر ان سے معلومات پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اگر سنین اور نام غلط لکھ دیے جائیں تو معاملہ نازک ہو جاتا ہے۔ چند ایسی اغلاط میں "سلیمان اطہر" (ص ۳۳، سلیمان اظہر)، صحابہ کرامؓ کے نام "مستاہ" اور حمناہ" (ص ۹۳، مسطح اور حمنہ)، ڈاکٹر گستاولی (ص ۲۰۱، گستاولی بان) شامل ہیں۔

کتاب سفید کاغذ پر چھپی ہے اور گرد پوش معنی خیز اور جاذبِ توجہ ہے۔

ادارہ

© rasailojaraid.com